

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

دعوت تبلیغ و اصلاح امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتماعی ذمہ داری

اور امت مسلمان کا فرض منصبی

انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت و منہج دعوت

اور مزاج نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ہماری دیگر مطبوعات

تبلیغ کیا ہے؟

بد نظری کا علاج

چھ باتیں

طریقہ نماز

ناشر

مکتبہ محمودیہ

رائے ونڈ — ضلع لاہور

پیغامبر قوم اور اس کے اصول دعوت

(از حضرت علامہ سید سلیمان ندوی)

زیر نظر کتاب (مولانا محمد الیاس اور انکی دینی دعوت) کا جب دور الیدیشن چھپ کر تیار ہوا، تو اس پر مقدمہ لکھنے کیلئے حضرت سید صاحب سے درخواست کی گئی، انہیں کا مقالہ اسی درخواست پر کتاب ہذا کے مقدمہ ہی کے طور پر لکھا گیا ہے، جو افادیت کے اعتبار سے مستقل مقالہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ ہمارے ناظرین بالخصوص دین کی دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے اگر غور سے پڑھیں گے تو نہایت مفید اور بصیرت افروز مبادیات انہیں اس سے ملیں گی۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسلام ایک پیغام الہی اور اس پیغام کی حامل امت مسلمہ ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف نہ صرف عام مسلمان بلکہ مسلمان علماء و مشائخ تک نے اس سے اعراض اور تفاؤل کرتا، اور اس حقیقت کو بالکل جھٹلایا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے کو انہیں منہوں میں قوم سمجھنے لگے، جن معنی میں دنیا کی قومیں اپنے کو قوم سمجھتی ہیں، ان میں سے کوئی تو دینیت کے سہارے اپنی قومیت کی دیوار کھڑی کرتا ہے، کسی نے نسل کو قومیت کا معیار سمجھا، اور ان میں سے جو سمجھ رکھتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ

یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوم قومیت اور نسل سے نہیں، بلکہ مذہب کی بنیاد پر قوم ہے، حالانکہ حقیقت ال سے بھی آگے ہے، اور وہ یہ کہ مسلمان وہ جماعت ہے جو اللہ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دنیا میں آئی ہے، اس پیغام کو قائم رکھنا اور اس کو پھیلاتا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کی زندگی کا تہا فریضہ ہے، اس پیغام کے ماننے والوں کی ایک برادری ہے، جس کے حقوق ہیں، اور یہی ان کی قومیت ہے۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مسلمان قوم کا سب سے بڑا فرض اس پیغام الہی کی معرفت اس کی بجا آوری، اس کی تعلیم، اس کی دعوت اور اس کی اشاعت اور اس کے حلقہ گجوشوں کی ایک پوری برادری کا قیام اور اس کے حقوق کو بجالانا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ایک ہی صدی کے اندر اندر اپنے اس فرض کو بھلا دیا، ہمارے سلاطین اور بادشاہوں نے ملک گیری اور کشور کشائی پر قناعت کی، اور عیش و آرام اور جاگیر و خراج کی دولت کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیا، علماء نے درس و تدریس اور فتوؤں سے عزت نشینی کی زندگی پر کفایت کی، درویشوں اور صوفیوں نے تسبیح و سجادہ کی آرائش پر لبس کی، اور زندگی کے کاروبار سے اپنے کو الگ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ امت اسلامی اور رہنمائی کے بغیر اپنے حال سے غافل ہو کر رہ گئی، اور امت مسلمہ کی زندگی کی مرض و غایت اس کے سارے طبقتوں سے مخفی ہو گئی۔

امت مسلمہ کا فریضہ :-

قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے نصیص سے یہ ثابت ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبی کی تبعیت میں اہم عالم کی طرف مبعوث ہے، اس امت کو باہر ہی اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو انجام دے، جیسا کہ یہ آیت پاک کھلے لفظوں میں ظاہر کر رہی ہے۔

کنتم خیر امتہ اخرجت
للتاس تاہرون بالمعروف
و تہون عن المنکر۔
تم اے مسلمانو بہترین امت ہو جو لوگوں
کے لئے ظاہر کی گئی اچھے کاموں کو بتانے ہو،
اور بُرے کاموں سے روکنے ہو۔

اس آیت نے بتایا کہ امت مسلمہ دنیا کی دوسری امتوں کے لئے باہر لائی گئی ہے، اس کی پیدائش کی غرض بھی یہی ہے، کہ وہ اہم عالم کی خدمت کرے، اور ان میں خیر کی دعوت اور معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت کرے، ایسی حالت میں اگر یہ امت اپنے اس فرض سے غفلت برتنے، تو وہ اپنی زندگی کے مقصد کے پورا کرنے سے عاری ہے، اس آیت سے چند آیتیں اور پر یہ تصریح ہے کہ ہر زمانہ میں امت مسلمہ پر یہ فرض کفایہ ہو کہ اس کی کچھ جماعت اسی کام میں لگی رہے، اور اگر اس سے مسلمانوں کی ہر جماعت نے پہلو تہی کی تو ساری امت مسلمہ گنہگار ٹھہرے گی، اور اگر کچھ جماعتوں نے اس فرض کو انجام دیا، تو یہ فرض پوری امت کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔
ارشاد ہے :-

ولتکن منکم امتہ یدعون
الی الخیر ویامرون بالمعروف
و ینہون عن المنکر۔
اور چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی رہے
جو لوگوں کو نیکی کی دعوت کرتی رہے اور
اچھے کاموں کی تعلیم دیتی رہے، اور بُری

اولئك هم المفلحون - بالوں سے روکتی رہے، اللہ ہی وہ لوگ
(ال عمران ۱۱۰) میں جو فلاح پائے والے ہیں۔

پوری امت کی صلاح و فلاح اور دوا و معالجہ کے لئے ہمیں جماعت ذمہ دار ٹھہرائی گئی، اس کے تین فرض قرار دیئے گئے، پوری امت بلکہ ساری انسانیت کو خیر کی دعوت، معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت، جب تک اور جس نسبت سے امت کے انفراد اس جماعت کے افراد ہیں، یہ فریضہ پورا ہوتا رہا، اور حدیث خیر القرون کے مطابق جماعت صحابہ، جماعت تابعین جماعت تبع تابعین کے بعد جماعت گھٹ کر افراد رہ گئے۔

دولت و سلطنت مقصود اقل نہیں :-

اس راہ میں سب سے بڑی ضلالت دولت و سلطنت کے منہائے مقصود سمجھنے سے آئی، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال کہ :-

”إِنِّي لَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَقْرَ وَلَكِنْ أَخَافُ أَنْ تَبْسُطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا“

بالکل درست نکلا، دنیا نے جب اپنی دستوں، عیش پرستیوں اور دولت مندوں کے ساتھ مسلمانوں پر سایہ ڈالا، تو وہ صرف کشورستانی، ملک گیری اور باج و خراج کو امت مسلمہ کی زندگی کا حاصل سمجھے، اور دولت اسلام کے بجائے مسلمانوں کی سلطنت پر قائل ہو گئے، یعنی ایسی سلطنت کو اپنا مقصد سمجھ بیٹھے، جس کا حاکم کوئی مسلمان نام ہو، حالانکہ مقصد یہ تھا کہ اسلام کی شریعت اور اسلام کی سیاست عادلہ کی حکومت قائم کی جائے، اور یہ سلطنت و حکومت اس نظام وعدل کے قیام کا باب سے بڑا اور سب سے قدوسی ذریعہ ہو، جیسا کہ اس آیت پاک کا منشا ہے :-

الذين ان مكنتهم في الارض
واقاموا الصلوة واتوا الزكوة
وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر
والله عاقبة الامور
وہ لوگ جن کو ہم زمین میں طاقت بخشیں،
تو نماز کھڑی کریں، اور زکوٰۃ دیں اور
اچھی بات کا حکم کریں، اور بُری بات سے
روکیں، اللہ اللہ ہی کے لئے ہے کاموں کا انجام۔
امت مسلمہ جانشین بنی ہے :-

امت مسلمہ فراتس نبوت میں سے دعوت خیر اور امر معروف اور نہی منکر میں بنی کی جانشین ہے، اس لئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کار نبوت کے جو تین فرض عطا ہوئے ہیں :- تلاوت احکام، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ، یہ تینوں فرض امت مسلمہ پر بھی بطور کفایہ عائد ہیں، چنانچہ قرناً بعد قرن اکابر ائمہ امت نشان تینوں فریضوں کی ادائیگی میں پوری توجہ اور کوششیں مبذول فرمائی، اور انہیں کے مجاہدات کا نور ہے جس سے کاشانہ اسلام میں روشنی ہے، نبوت کے یہ تینوں فرض اس آیت میں یکجا ہیں :-

مِّنْ أَمْرِهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

وَيُزَكِّيهِمْ وَهُمْ لِكِتَابِ

وَالْحِكْمَةِ

ایک رسول اور انہیں میں سے جو اللہ کی
آیتوں کو پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک و
صاف کرتا، اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

تعلیم اور تزکیہ کی یکجائی :-

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تینوں فراتس کو بحسن و خوبی انجام دیا، لوگوں کو احکام آئی اور آیات بتائی پڑھ کر سنائے، اور ان کو کتاب الہی اور حکمت بتائی کی باتیں سکھائیں، اور اسی پر کفایت کی، بلکہ اپنی صحبت، فیض تاثیر اور طریق تدبیر

سے پاک و صاف بھی کیا، نفوس کا تزکیہ فرمایا، قلوب کے امراض کا علاج کیا، اور
بڑا بچوں اور بدیوں کے رنگ اور میل کو دھو کر کے اخلاق انسانی کو لکھا اور
سنوارا، یہ دونوں ظاہری و باطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے رہے، چنانچہ
صحابہ رضہ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین فروع تک یہ دونوں
ظاہری و باطنی کام اسی طرح توام رہے، جو استاد تھے وہ شیخ تھے، اور جو شیخ
تھے وہ استاد تھے، وہ جو مسند درس کو جلوہ دیتے تھے وہ خلوت کے شب زندہ
اور اپنے ہم نشینوں کے تزکیہ و تصفیہ کے بھی ذمہ دار تھے، ان تینوں طبقوں میں
استاد اور شیخ کی تفریق نظر نہیں آتی۔

تعلیم اور تزکیہ میں تفریق :-

اس کے بعد وہ دور آنا شروع ہوا جس میں مسند ظاہر کے درسگو باطن کے
کو رہے، اور باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے، اور عہد یہ عہد ظاہر و
باطن کی یہ غلط برصتی ہی چلی گئی، تاہم کہ علوم ظاہر کے لئے مدارس کی چہار دیواری اور
تعلیم و تزکیہ باطن کے لئے خانقاہوں اور باطون کی تعمیر عمل میں آئی، اور وہ مسجد نبوی
جس میں یہ دونوں جلوے یکجا تھے اس کی تجلیات مدرسوں اور خانقاہوں کے
کے دو حصوں میں تقسیم ہو گئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس سے علماء دین کی جگہ علماء
دنیا نکلنے لگے، اور باطن کے مدعی علم شریعت کے اسرار و کمالات سے جاہل ہو کر
رہ گئے۔

فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے :-

تاہم اس دور کے بعد بھی ایسی مستثنیٰ استثنیاں پیدا ہوتی رہیں جن میں نور نبوت

کے یہ دونوں رنگ بھرتے تھے، اور غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں جن بزرگوں
سے فیوض پہنچے اور پھیلے، وہ وہی تھے جو ان دونوں کے جامع تھے، امام غزالیؒ
جن سے علم معقول و منقول نے جلوہ پایا، علم حقیقت نے بھی انہیں کے ذریعہ ظہور
پایا، حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ ایک طرف شیخ طریقت ہیں تو دوسری
طرف مدرسہ نظامیہ کے مدرس، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ امام وقت اور شیخ
طریقت دونوں ہیں، یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو علمائے ظاہر سمجھا جاتا ہے جیسے
حضرات محدثین امام بخاری ابن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ، وہ بھی اس
جامعیت سے سرفراز تھے۔ متوسطین میں علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیم
رحمہما اللہ تعالیٰ کو ناواقف باطن سے خالی سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے احوال و سوانح ان
برکات باطنی سے لبریز ہیں، ابن قیم کی ”مساکن الساکین“ وغیرہ کتابیں پڑھئے
تو اندازہ ہوگا کہ وہ آرائش ظاہر اور جمال باطن دونوں سے آراستہ تھے۔

ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں
وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوۂ نبوت
سے قریب تر تھے، اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حقہ تک پھیلتا چلا گیا،
آسمان دلی کے مہر و ماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحب سے لے کر شاہ اسماعیل
تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر و باطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ
آپ کو ہوگا، اور اس سے ان کے علمی و روحانی برکات کی دست کی حقیقت آشکارا
ہو جائے گی وہ علوم کی تدوین ^{یعلیہم السلام} الکتاب والحکمۃ کا جلوہ
دکھاتے تھے اور حیرتوں میں بیٹھ کر ”دین کیسہم“ کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔

تو قائم رکھا، مگر وہی محمدی کی تعبیر کی تغیر و تبدیل کی ضرورت سمجھی، احادیث نبوی سے انکار کیا، قرآن پاک کی تعبیر کے لئے اپنے عقلی قیاسات اور زمانہ الحال کی تاثیرات کو موجد قرار دیا، یہ گویا ایک نئے قرآن کا طالب ہے، اس جماعت کا رشتہ بھی قلت محمدیہ سے سکڑ رہا گیا، اور اب ان کا ہر مجتہد "حبنا کتاب اللہ" کہہ کر کتاب اللہ کی نئی تعبیر کرتا، اور نئی نماز، نیا روزہ، نیا طریق حج اور نئی شریعت نکال رہا ہے، تیسری جماعت کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتی ہے، مگر ہر آیت و حدیث کو اپنی عقلیت کے معیار پر جانچتا چاہتی ہے، اور اسی لئے معجزات کی منکر، حجت و دوزخ کی حقیقت سے منحرف رہا کہ جو ان کی قائل، اور بہت سے ان مسائل کو جن کا زندگی سے تعلق ہے دین شریعت کے بجائے "عقل" اور "اصول فطرت" سے طے کرنا چاہتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا شمار دین محمدی کے مؤدین میں ہوا مومنین و قانتین میں نہیں۔

ایک نیا گروہ ہے جو نئی نبوت نہیں چاہتا، نیا قرآن نہیں مانگتا، نئی نماز اور نئے روزے کا مبلغ نہیں، لیکن وہ ایک امامت کا خواستگار ہے جو اسلام کا نیا نظام مرتب کرے، کفر و ایمان و نفاق اور اطاعت امیر کے نئے نقشہ ہمارے، اور یورپ کی "دائم"، والی تحریکوں کی طرح مسلمانوں میں ایک نئی تحریک کا آغاز کرے، اور اس "اسلام فرم"، کو اسی "دائم"، والے غم و جوش و خروش سے نوجوانوں میں پھیلائے، اور مسائل کلامی و فقہی کا فیصلہ ایک نئے مجتہدانہ انداز سے کرے، ممکن ہے کہ یہ گروہ اس موجود انقلابی دور میں نوجوانوں کے لئے تسلی بخشی کا پیغام ثابت ہو، اور اقتصادی و سیاسی راہ سے السجاد کا جو سیلاب آ رہا ہے اس کے

پھر ان کے بعد ان کے فیوض و برکات کے جو حامل ہوئے جن کی نشاندہی چنداں ضروری نہیں کہ "سیما ہم فی وجوہ ہم من اثوالسجود"، ان سے دنیا کو جو فیض پہنچا اور دین کی اشاعت و تبلیغ اور قلوب و نفوس کے تزکیہ و تصفیہ کا جو کام انجام پایا وہ بھی ظاہر و باطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھے اور آئندہ بھی سنن الہیہ کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا وہ وہی ہوں گے جن کے اندر مدرستہ اور خانقاہیت کی دو سوئیں ایک چشمہ بن کر رہیں گی۔

آنکھوں کا نور شب بیداری سے بڑھتا اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھلتی ہے، رات کے راہب ہی اسلام میں دن کے پہاڑی ثابت ہوئے ہیں، سوانح و تراجم کا سینہ صد سالہ دفتر اس دعویٰ کا شاہد ہے زبان کی روانی اور قلم کی جولانی دل کی تابانی کے بغیر سرب کی نمود سے زیادہ نہیں، خواہ وہ اس وقت کتنا ہی تاناکا نظر آتا ہو، مگر وہ مستقل اور مستقبل وجود سے محروم ہے۔

مزاج نبوت توام ملت ہے۔

اس کی ایک خاص وجہ ہے، اور وہ یہ کہ ہر قوم اور ہر ملت کا ایک مزاج ہوتا ہے، جب تک پیش نظر اصلاح و تجدید کا کام قوم و ملت کے مزاج کے مطابق نہ ہوگا اس کو کامیابی و سرسبزی حاصل نہ ہوگی، اس وقت قلت اسلامیہ کی اصلاح و تجدید کے مدعی مختلف گروہ ہیں، ایک گروہ ہے تو اس کی ضرورت سمجھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا عہد پُرانا ہو چکا، اب ایک نئی ملکی نبوت و رسالت کی ضرورت ہے، چنانچہ اس نے اس کی دعوت دی اور ناکام رہا اور ملت محمدیہ سے ان کا رشتہ گٹ گیا، دوسرے گروہ نے نبوت و رسالت محمدی کو

روکنے کا کام کرے، لیکن اس کا طریق فکر اور طریق کار امت کے جمیع طبقات کے مطابق نہیں مولانا محمد رفیع بعد ذلک امرا۔

حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ کے مزاج کے مطابق یہ ضروری ہے کہ داعی اور دعوت اور طریق دعوت تینوں چیزیں ٹھیک ٹھیک طریق نبوت اقدسہ نبوت کے مطابق ہوں، داعی خود بھی قلباً اور تلباً داعی اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنا ہو۔ جس حد تک یہ نسبت قوی ہوگی، دعوت میں تاثر اور کشش پیدا ہوگی، پھر ضرور ہے کہ دعوت دی ہو، یعنی خالص اسلام اور ایمان و عملی صالح کی دعوت ہو، پھر دعوت کا طریق بھی وہی اختیار کیا جائے جو داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار فرمایا تھا۔ جس حد تک ان تینوں امور میں عہد رسالت و نبوت کے ساتھ قرب و مناسبت جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی زیادہ دعوت کی قوت میں تاثر اور دعوت کے دائرہ میں دست پیدا ہوگی، اور راہ کی ضلالت سے حفاظت اور مراہ مستقیم کی طرف رہبری کی طاقت میں اضافہ ہوگا، گذشتہ صدیوں کے جن داعیان امت کے تجدیدی کارناموں کو امت نے تسلیم کیا ہے، ان کی تاریخ سے بھی ان اصولوں کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔

الفرض ضرورت یہ ہے کہ داعی اپنے علم و عمل، فکر و نظر، طریق دعوت اور ذوق و حال میں انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص مناسبت رکھنا ہو صحت ایمان اور ظاہری عمل صالح کے ساتھ اس کے باطنی احوال بھی منہاج نبوت پر ہوں۔ محبت الہی خشیت الہی، اخلاق اللہ تعلق مع اللہ کی کیفیت ہو، اخلاق و عادات و شمائل میں اتباعِ نبوی

کی کیفیت ہو، حب اللہ، بیض اللہ، رافت و رحمت بالمسلمین اور شفقت علی الخلق اس کی دعوت کا محرک ہو، اور انبیاء علیہم السلام کے بار بار دہرائے ہوئے اصول کے مطابق سوائے اجر الہی کی طلب کے کوئی مقصود نہ ہو ان اجوی الا علی اللہ اور اس کی طلب کی ایسی دھن ہو، کہ جاہ و منصب، مال و دولت، عزت و شہرت اور نام و نمود اور ذاتی آرام و آسائش کا کوئی خیال راہ میں مانع نہ ہو، اس کا بیٹھنا، اٹھنا، بولنا، چلنا، عرض اس کی زندگی کی ہر جنبش و حرکت اسی ایک سمت میں سمٹ کر نہ جائے ان صلوات و فکری و عیبی و مافی اللہ رب العالمین صاحب سوانح اس میاں سے :-

آئندہ اوراق میں جس داعی حق اور دعوت حق کی تصویر کھینچی گئی ہے، میری آنکھوں نے اس کے چہرے کے خدو خال کا مشاہدہ کیا تھا۔ اس کے ظاہر و غائب کے حالات دیکھنا اور سنتا رہا اور جن کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی انکو ان اوراق کے پڑھنے سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی اور اسی ضمن میں اس کے اصول و طریق دعوت اور خود تحقیقت دعوت کے سارے حالات واضح ہو جائیں گے۔

سلسلہ اولی اللہی :-

ہندوستان کے آخر عہد میں اللہ تعالیٰ نے خاندان ولی اللہی کو اس ملک کی قطبیت مرحمت فرمائی تھی، چنانچہ ہندوستان میں آل تہوہ کی غلط سیارت سے دین اسلام کو جو نقصان پہنچے ان کے تدارک اور اصلاح کی خدمت اس خاندان کے علماء اور ان کے متبعین کے سپرد ہوئی، اور اس وقت سے آج تک یہ سلسلہ

نام ہے، اس دعوت کے سورتِ اول بھی اسی سلسلۃ الذہب سے مربوط ہیں۔
 صاحبِ سوانح کا سلسلۃ نسب :-

صاحبِ سوانح کے پرانا مولانا منظر حسین صاحبِ حضرت شاہ محمد اسلمی دہلوی،
 رحمۃ اللہ تعالیٰ کے عزیز شاگرد اور حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی کے حجاز
 تھے، اور مولانا منظر حسین صاحب کے حقیقی چچا مفتی آبی بخش صاحبِ حضرت شاہ بلخیز
 صاحب کے ممتاز شاگرد اور مریدِ باخلاص تھے، اور پھر اپنے شیخ کے خلیفہ حضرت
 سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے، یہ دونوں بزرگوار اپنے وقت
 کے نامور صاحبِ تدریس و فتویٰ اور صاحبِ زہد و تقویٰ تھے، جن کے برکات اس
 خاندان کے اکثر افراد میں پھیلے، جس کی تفصیل اصل کتاب سے معلوم ہوگی۔
 صاحبِ سوانح کے والد اور دو بھائی صاحبِ زاہد دوسرے اور صاحبِ شاد
 تھے، مولانا کے والد پہلے شخص ہیں جن سے اہل میوات کو خلوص اور محبت پیدا
 ہوا، اور پھر ان کی وفات پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب فقر و فاقہ اور
 زہد و توکل کے ساتھ اس مسندِ شاد پر بیٹھے، اور صاحبِ سوانح مولانا محمد الیاس
 صاحب اس سلسلہ کے تیسرے بزرگ تھے۔

اس عہد میں تبلیغی ناکامی کے وجوہ :-

۱۹۲۱ء کی بات ہے کہ ہندوستان میں آریوں کی کوششیں سے جاہل نو مسلم
 دیہاتی علاقوں میں انفرادی آگ پھیلی، اس آگ کے بجھانے کے لئے ہر جا طرف
 مسلمان کھڑے ہوئے، بہت سی تبلیغی انجمنیں بنیں، ہزاروں روپے کے چندے ہوئے،
 مبلغین نوکر رکھے گئے، جگہ جگہ پھیلائے گئے، مناظرین اسلام نے بحث و مناظرہ کے

میدان گرم کئے، اور کئی سال تک بڑے دھوم دھام سے یکام ہوتا رہا، آخر آہستہ آہستہ
 بوش و خروش کم ہوتا گیا، ایک ایک انجمن ٹوٹ گئی، چندوں کی کمی سے مبلغین
 برطرف ہوتے گئے، مناظرین کے بلاؤں سے بھی گھٹنے لگے، اور بالآخر ہمسدر میں بالکل
 سکون ہو گیا۔

اس ناکامی کے وجوہ کیا تھے؟ یہ سارا تماشہ کام کرتے والوں کی دلی لگن کا نتیجہ نہ تھا،
 اور نہ مبلغین و مناظرین و داعیان کے دلوں میں دین کی دھن تھی، بلکہ جو کچھ وہ
 داؤد ستد کا مبادلہ اور نفع عاجل کی حرص و طمع تھی، اور دینی دعوت اور باطنی ارشاد و
 تبلیغ، بالاد کی قیمت سے خریدی نہیں جاتی۔
 انبیاء کے اصول دعوت :-

(۱) انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت کی بنیادی چیز یہی ہے کہ وہ اپنے کام کی
 اجرت اور مزدوری کسی مخلوق سے نہیں چاہتے، وہ اسلکھ جلد من اجران اجوی الا
 علی رب العلیین ان کا متحدہ و منفقہ فیصلہ ہے، انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی کسی بندے سے
 تحسین و آفریں بھی نہیں چاہتے، ان کی دعوت کی کشش اور تاثیر دو قوتوں کا نتیجہ
 ہوتی ہے، مخلوق کے ہر اجر سے استغناء دینے کی ذاتی پاکیزہ زندگی
 ”سودۃ یلین“ میں چند داعیان حق کا ذکر ہے، جس میں ایک کی تکذیب کے بعد دوسرے
 رسول کی آمد اور اس کی تائید کا بیان ہے، بالآخر اقصائے شہر سے ایک سعید ہستی آتی
 ہے اور اپنے ہم قوموں سے خطاب کر کے کہتی ہے :-

یَقُومُوا تَبِعُوا الْمُرْسَلِينَ اتَّبِعُوا
 مَنِ لَا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَهُمْ
 اے میرے لوگو! ان پیغمبروں کی پیروی کرو،
 ان کی پیروی کرو جو تم سے مزدوری نہیں

مہتدون۔

چاہتے، جو راہ ہدایت پائے ہوئے ہیں۔
معلوم ہوا کہ مبلغ کے لئے پاکیزگی اور خلق سے بے تینازی اور اخلاص و ولایت
ان کی تاثیر کا اصل سرچشمہ ہے۔

۲۔ ان کی تبلیغ و دعوت کا دوسرا محرک بندگانِ الہی پر رحمت و شفقت اور خیر خواہی
کا جذبہ ہے بندوں کی اس تباہ حالت کو دیکھ کر ان کا دل جلتا ہے، اور خیر خواہی سے
ان کا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کی حالت سدھر جائے، ٹھیک اس طرح جب طرح
باپ بیٹے کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا طالب محض پدرانہ شفقت اور خیر خواہی کی
بنیاد پر ہوتا ہے، اسی طرح مبلغ اور داعی کے اندر بھی یہی جذبہ ہو، دینی خیر خواہی
اور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کی تاثیر اس کے دل کو بیچپن رکھے۔ حضرت ہود
علیہ السلام اپنی امت کو کہتے ہیں :-

يَقُومُ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي
رَسُولٌ مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا بَلَغَكُمُ
رِسَالَتِي رَبِّي وَانَا لَكُمْ نَاصِحٌ
آمِينٌ۔ (اعراف، ۹)

حضرت صالح علیہ السلام اپنی امت کو خطاب کر کے فرماتے ہیں :-

يَقُومُ لَقَدْ بَلَغْتُكُمْ رِسَالَتِي رَبِّي
وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا
تُحِبُّونَ التَّصْحِيحِينَ۔ (اعراف)

حضرت نوح علیہ السلام پر ان کی قوم گمراہی کی تہمت لگاتی ہے، آپ اس کے
جواب میں ارشاد فرماتے ہیں :-

يَقُومُ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي
رَسُولٌ مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ اِبْلَاخَكُمْ
رِسَالَتِي رَبِّي وَانَا لَكُمْ نَاصِحٌ
آمِينٌ۔ (اعراف، ۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی احوال و کیفیات کا ذکر قرآن پاک میں
بار بار ہے، اور ہر بار یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت
کا کتنا غم تھا، ایسا غم کہ جس کے بوجھ سے پشت مبارک ٹوٹی جا رہی تھی۔

الْم نَشْرَحُ لَكَ صَدْرَكَ وَه
وَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ الَّذِي
انْقَضَ ظَهْرَكَ۔

امت کے غم سے یہ حال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جینا بھی دوسرے
معلوم ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے تسلی دی، اور فرمایا :-

لَعَلَّكَ بِاَخْمُ فَنَسَكَ الْقَدَّ
يَكُونُوا مَوْمِنِينَ (شعراء، ۱)

یہی مفہوم سورہ کہف کی ایک آیت میں بھی ہے :-

لَعَلَّكَ بِاَخْمُ فَنَسَكَ عَلَىٰ اَنَارِهِمْ
اَن لَّوِثُوا مِنَّا بِمِلَّةِ الْحَدِيثِ

اسفاه۔ (کھف) ڈالیں گے۔

اسی محبت و رحمت کا اقتفاء تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلمانوں کی ہر تکلیف شاق گذرتی تھی، اور چاہتے تھے کہ ہر بھلائی اور خیر کا دروازہ ان پر کھل جائے، ارشاد ہوتا:۔

لقد جاءك رسول من
افسكو عزيز عليه ما عنت
حولين عليك بالمومنين
دؤف رحيم (قبہ)

م۔ دعوت و تبلیغ کا تیسرا اصول یہ ہے کہ نرمی، سہولت، آہستگی، دالتمندی اور ایسا اسلوب سے گفتگو کی جائے کہ جس سے مخاطب پر داعی کے غاوص و محبت اور شفقت کا اثر پڑے، اور بات مخاطب کے دل میں اتر جائے، فرعون جیسے ضلّٰی کے مدعی کا فر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھیجے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے:۔

فقل لہ قولاً لیناً
(طہ)

منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے چاہے، اور جس طرح اسلام کی دعوت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ناکام کرنا چاہا، وہ بالکل ظاہر ہے، بایں ہمہ آپ کو یہی حکم دیا جاتا ہے:۔

فاعرص عنهم وعظلم وقل
تو آپ ان سے دگدر کیجئے اور انکو نصیحت

لهم في انفسهم قولا
بليغاً۔

کیجئے، اور ان سے ان کے معاملہ میں ایسی بات کیجئے جو ان کے دل میں اتر جائے۔

اس سے اندازہ ہو گا کہ جب اس نرمی اور سہولت اور دل میں گھر کر لینے والی بات کا طریق منافقوں سے برتنے کا حکم ہوتا ہے، تو عام نادان مسلمانوں کو سمجھانے اور بتانے کا کیسا طریقہ ہونا چاہیے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دعوت کے اس اصول کو آیت ذیل میں تفصیل سے ظاہر فرمادیا ہے۔

ادع الى سبيل دبل بالحكمة
والموعظة الحسنة وجادلهم
بالتي هي احسن۔
(نحل)

آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دائتمندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دیں، اور بحث و مباحثہ کریں، تو وہ بھی خوبی سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی سمت دو صحابیوں کو اسلام کا داعی بنا کر بھیجا تو ان کو چلتے وقت یہ نصیحت فرمائی:۔
یسر اولاً قسراً و یسراً ولا
تفراً۔
(صمیم بخاری)

دیکھئے میں تو یہ ارشاد نبویؐ دو دؤد لفظ کے دو فقرے ہیں، مگر ان میں طریق تبلیغ کا ایک دفتر بند ہے، داعی اور تبلیغ کو چاہیے جس جماعت کو دعوت دے، اُس میں آسان سے آسان طریقے سے دین کو پیش کرے، اور شر و عہی

میں سختی نہ کرے، ان کو خوشخبری اور اعمال کی بشارت اور رحمت و مغفرت الہی کی وسعت کا تذکرہ کرے، ان کو دین کا حوصلہ دلائے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقائد اور فرائض میں ملامت کی جائے، یہ تو کسی حال میں جائز نہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ طریق کار میں سہولت بھی اور نرمی بھی برتی جائے، فرائض کے علاوہ دوسرے اعمال جو فرض کفایہ یا مستحبات ہوں، یا جن کے سبب سے دین میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ان میں زیادہ سخت گیری نہ کی جائے، یا جن امور میں فقہاء و مجتہدین نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں، ان میں سے کسی ایک ہی راہ کے قبول میں شدت نہ کی جائے، یا مسائل کے بیان میں جس حد تک اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر رکھی ہے اس میں غم و تقدی کے لئے تنگی نہ کی جائے۔

ان امور کی مثالیں سیرت و سنن نبوی میں بکثرت ملتی ہیں، چنانچہ عقائد و فرائض میں ملامت کرنے کی ممانعت قرآن پاک کی کئی آیتوں میں ہے، کفار اسلام کے عقائد میں کچھ نرمی چاہتے ہیں۔

وَدَّالْوَدَّاهُنْ فِیْ دَهْنٍ - کفار چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرمی کریں، تو وہ بھی نرمی کریں۔ (قلہ)

مگر اس کی اجازت نہیں دی گئی۔

۴۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ میں الہامِ بالاہم کی ترتیب و نظر رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع فرمائی تو سب سے پہلا نہ صرف تو حید اور رسالت پر صرف فرمایا کہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ یعنی کلمہ اسلام کی دعوت شروع کی، قریش پر چھٹے ہیں، کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا فقط ایک کلمہ (بات)

اگر تم اس کو مان لو گے تو سارا عرب و عجم تمہارا زیر فرمان ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رسول کی رسالت حقیقت میں وہ نعم ہے، جس کے اندر سے سارے احکام کا برگ و بار نکلتا ہے، سب سے پہلے اسی کی نعم ندری چاہیئے۔ اس کے بعد احکام کا دوا آتا ہے۔

قرآن پاک کا طریق نزول خود اس طریق دعوت کی صیح مثال ہے۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ قرآن پاک میں پہلے دونوں کو نرم کرنے والی آیتیں نازل ہوئیں جن میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے، لیکن جن میں ترغیب و ترہیب ہے، پھر جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حلال و حرام کی آیتیں نازل ہوئیں، اور اگر پہلے یہی آیت نازل ہو کر شراب مت پیو تو کون مانتا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے نزول میں بھی یہ تبلیغی ترتیب ملحوظ رہی ہے۔

طائف کا وفد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے اسلام کی یہ شرط پیش کی کہ ان سے نماز معاف کر دی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جس دین میں خدا کے سامنے جھکانا ہو وہ کس کام کا۔ (لا یخیر فی دین لا دیکوع فیہ)

پھر انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ ان سے عشر وصول نہ کیا جائے، اور نہ مجاہدین کی فوج میں ان کو بھرتی کیا جائے، آپ نے یہ دونوں شرطیں قبول کر لیں، اور ارشاد فرمایا کہ:- جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو عشر بھی دیں گے اور جہاد میں بھی شریک ہونگے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ نماز چونکہ فوراً واجب ہوتی ہے اس لئے اس میں نرمی نہیں برتی گئی، اور جہاد کی شرکت چونکہ فرض کفایہ ہے، اور کسی وقت خاص پر قرض ہوتی ہے، اور زکوٰۃ و عشر کے وجوب کے لئے چونکہ ایک سال کی مدت

وسعت تھی، اور لحد کو بھی وہ تباخیر ادا ہو سکتی ہے، اس لئے ان دونوں باتوں میں نرمی ظاہر فرمائی، اس سے تبلیغ کے چھکانہ اصول پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا، تو ارشاد فرمایا :-

”تم ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جہاں اہل کتاب بھی ہیں، جب تم وہاں پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں، اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے اُن پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ تم پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو دو متمندوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے، اور جب وہ اس کو مان لیں تو زکوٰۃ میں چن چن کر ان کے اچھے مال چھانٹ کر نہ لو، اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پیڑھائی نہیں۔“

۵۔ تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ ایک عرض ہے یعنی حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں، بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے، اور حق کی دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھر میں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے۔ مگر معظمہ سے سفر کر کے طاقت تشریف لے گئے اور وہاں

عبداللہ لیل رُسیوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا، حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے، اور ان کے تشریف و تند جوابوں کی پروا نہ فرماتے تھے، آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان و اسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن و امان و اطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر و ایران و حبش کے بادشاہوں اور عمان و بحرین اور یمن اور حدود شام کے رُسیوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہنچے، اور مختلف صحابہؓ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ گئے، حضرت علیؓ اور معاذ بن جبلؓ نے یمن کا رخ کیا، یہی حال ہر دور کے علمائے حق اور ائمہ دین کا رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی و مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے، بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خاصان حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں، تو معلوم ہوگا، کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے، فیض کہاں پایا، اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا، اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا، اور یہ اُمس وقت کیا۔ جب دنیا ریوں، لاریوں، موٹر بولوں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی، معین الدین چشتیؒ سیتان میں پیدا ہوئے، چشت واقع افغانستان میں دولت پائی، اور راجپوتانہ کے کفرستان میں آکر حق کی روشنی پھیلانی، فرید شکر گنج سندھ کے کناروں سے دہلی تک اور

دہلی سے پنجاب تک آئے گئے، اور ان کے مریدوں درمیدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاءؒ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے مزارات کی جگہ وقوع کو دیکھئے، کہ وہ کہاں کہاں ہیں، کوئی دکن میں ہے، کوئی مالوہ میں ہے، کوئی بنگال میں ہے، کوئی صوبجات متحدہ میں ہے۔

۶۔ اسلامی دعوت و تبلیغ کا ایک بڑا اصول فقیر ہے، یعنی دین کی طلب اور تبلیغ کے لئے ترک وطن کر کے ایسے مقامات پر جانا جہاں دین حاصل ہو سکے اور پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے وطن میں آکر اپنے قبیلوں اور قوموں کو اس فیض سے مستفید کرنا، سورہ نساء کی حسب ذیل آیت اگرچہ اپنے نشان نزول کے لحاظ سے جنگ کے موقع کی ہے، مگر الفاظ کے عموم کی بناء پر ہر اس فقیر کو شامل ہے جو کسی کار خیر کے لئے کی جائے، جیسا کہ قاضی بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخذوا حذرکم
فانفروا ثباتاً وانفروا جميعاً (نساء)

اے ایمان والو! اپنا بچاؤ کرو اور الگ الگ یا اجتماعاً نہ نکلو۔

ایک دوسری آیت خاص اسی مفہوم کی سورہ برآء میں ہے :-

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً
فَلَوْ أَنفَر مِن كُلِّ فِرْقَةٍ
مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا
فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ
إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَحْذَرُونَ۔ (براءة)

یہ تو ہمیں ہو سکتا کہ سارے مسلمان گھروں سے نکلیں، تو کیوں ہر گروہ سے کچھ لوگ اس فرض کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں، اور جب وہ اپنے گھر لوٹ کر آئیں تو اپنے لوگوں کو اللہ سے ڈرائیں، تاکہ وہ بھی برائیوں سے بچنے لگیں۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی طرح دونوں نہانہا کر الگ الگ قبیلوں سے لوگ مدینہ منورہ آئے، اور بیعتہ عشرہ بخص و عشرہ سے کہہ کر دین کا علم اور عمل حاصل کر کے اپنے اپنے گھروں کو دین سے واقف کرنے کا کام کرتے تھے۔

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبویؐ کے پیوڑے پر اصحاب صفہ رحمہ کا حلقہ تھا، جن کا کہیں گھر نہ تھا، گذر بسر کی صورت یہ تھی کہ یہ لوگ دن کو جنگل سے کڑیاں کاٹ لاتے، اور بازار میں بیچتے، اور رات کو کسی معلم کے پاس دین کا علم سیکھتے، اور ضرورت کے وقت مختلف مقاموں میں بھی مبلغ بنا کر بھیجے جاتے، ضروری مشاغل کے علاوہ دین کی تعلیم اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے فیض یابی اور عبادت میں اسہانک ان کے کام تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ایسے گروہ کا انتظام رکھنا بھی نظم جماعت سے ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ گروہ خاص تربیت کے ماتحت پیدا ہوتا تھا، اور صحبت نبویؐ کی برکت سے ظاہری و باطنی فیض سے مالا مال رہتا تھا، اور تبلیغ و دعوت کے کاموں کو انجام دیتا تھا۔

۸۔ تعلیم کا طریقہ زیادہ تر فیض صحبت، زبانی تعلیم و احکام و مسائل کا ذکر اور مذاکرہ، اور ایک دوسرے سے پوچھنا اور سیکھنا اور تینا تھا، ان کی راتیں عبادتوں سے معمور رہتی تھیں، اور شب و روز کا رد بار دین میں مصروف۔

یہ دعوت اصل قریب تر ہے :-

اوپر کی سطروں میں تبلیغ و دعوت کے اصول پر جو کچھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے تبلیغی اصول اور دعوت کے طریق کیا ہیں۔

اور جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں آئندہ اوراق میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جس دعوت تبلیغ کے علمی و عملی اصول و آئین کا تذکرہ ہے وہ موجودہ ہندوستان کی تمام دینی تحریکوں میں اصل اول سے زیادہ قریب ہے۔
_____ تبلیغ کی اہمیت :-

حکیمانہ تبلیغ و دعوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے اور غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان، اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے، حق ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن کی یہ نڈ :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا

اے مسلمانو! مسلمان بنو۔

کو پورے زور و شور سے بلند کیا جائے، شہر شہر کا ڈس کا ڈس اور دلدور پھیر کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام کیا جائے، اور اس راہ میں وہ جفا کشی، وہ محنت کو شنی، اور وہ ہمت، اور وہ قوت مجاہدہ صرف کی جائے، جو دنیا دار لوگ دنیا کے غرور و جاہ اور حصول طاقت میں صرف کر رہے ہیں جس میں حصول مقصد کی خاطر ہر متاع عزیز کو قربان کرنے اور ہر مانع کو کو بیچ سے ہٹانے کے لئے، ناقابل تسخیر طاقت پیدا ہوتی ہے۔ کرشمہ کشی سے کو شرمش سے، جان و مال سے ہر راہ سے اس میں قدم آگے بڑھایا جائے، اور حصول مقصد کی خاطر وہ جنون

کی کیفیت اپنے اندر پیدا کی جائے جس کے بغیر دین و دنیا کا نہ کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

اس جنون کی
اس عہد میں مثالیں آپ دیکھنا چاہتے ہیں

تو
اصل کتاب کو شروع کریں!

والسلام
ہیچمدان سید سلیمان ندوی

مئی ۱۹۴۷ء
بھوپال

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

دعوت تبلیغ و اصلاح امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتماعی ذمہ داری

اور امت مسلمان کا فرض منصبی

انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت و منہج دعوت

اور مزاج نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ